اداریہ

معروضہ

تحصیل کا یہ دوسرا شمارہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے اولیں شمارے کو قارئین کی جانب سے جو پذیرائی دی گئی اور جو پسندیدگی میسر آئی، یہ ہمارے لیے قابل اطمینان اور لائق شکر ہے۔ ہم رب ذوالجلال کی اس عنایت و سرپرستی پر حد درجہ ممنون و شکر گزار ہیں۔ ہماری کوشش رہے گی کہ ہم اسی طرح اہل ذوق اور صاحبانِ دانش و فکر قارئین کی توجہ اور حوصلہ افزائی کے خواہاں رہیں۔ ''تحصیل'' کے توسط سے ہماری خواہش اور کوشش یہی ہے کہ عمدہ اور نتیجہ خیز مطالعات اور تحقیقات سامنے آتے رہیں اور متعلقہ علم کے موضوعات و مباحث میں نہ صرف اضافہ ہو یا ان کی کمزوریاں دور ہوں بل کہ ممکنہ خلا بھی پُر ہوتے رہیں، اور ساتھ ہی اس میں پیش کردہ مقالات اہل ذوق و جستجو کے ممکنہ مطالعات و تحقیقات کے لیے مہمیز اور مصدر و مآخذ بھی ثابت ہوں۔ اس لیے تمام مطالعات اور تحقیقات کے ضمن میں ہماری ترجیحات میں ان کا معیار اولیت رکھتا ہے اور دوسرے ان کے موضوعات بھی اہم ہیں کہ جن کا تعین علم و تہذیب کے تقاضوں اور ملک و معاشرے کی ضرورتوں کے پیش نظر ہو۔

ہم اس امر پر مصر ہیں کہ موضوعات کو یکسر اچھوتا اور پُر کشش ہونا چاہیے، یا اگر موضوع پرانا ہو یا اچھوتا نہ بھی ہو تو وہ متعلقہ علمی خلا کو پُر کرنے اور موضوع سے متعلق تسامحات اور استدراکات کی تصحیح کرنے کے ساتھ ساتھ موضوع کے تعلق سے نئے عنوانات اور مباحث کی جانب بھی اہل تحقیق کو متوجہ کرتا رہے۔ پھر ہم یہ بھی اہم سمجھتے ہیں کہ موضوعات متعلقہ علم کے علاوہ تہذیب و معاشرے کی عصری ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھیں اور وہ اہل علم و فکر کو ایک دعوتِ مقابلہ (Challenge) بھی دیں کہ جو علم و تہذیب اور انسانیت و اخلاق کے فروغ میں اپنا کردار بھی ادا کریں۔ جو موضوع اپنا ایسا مثبت کردار ادا نہ کرے، ہم سمجھتے ہیں کہ مطالعات اور تحقیقات کے لیے اسے زیر غور نہیں آنا چاہیے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آج ہمارے ملک کی جامعات اور جس جس ادارے میں تحقیقات کا عمل جاری ہے، وہاں سب سے زیادہ اہمیت موضوعات کو دی جانی چاہیے اور ان کی اہمیت و افادیت اور ان کے علمی و تہذیبی سطح پر مفید و مؤثر ہونے کے امکانات کو ضرور پیش نظر رکھا جانا چاہیے۔

تحصیل نے اپنے پچھلے شمارے میں قارئین اور تحقیق سے خاص دل چسپی رکھنے والوں کو ایک دعوت غور و فکر دی تھی کہ آج جامعات میں خاص طور پر تحقیقات کی جو ایک سرگرمی ہر طرف دیکھنے میں آرہی ہے، جو اگرچہ خاصی مستحسن ہے، لیکن جن موضوعات کو مطالعات و تحقیقات کے لیے منتخب کیا جا رہا ہے، ادارۂ تحصیل ان میں سے اکثر سے مطمئن نہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ شاید آپ بھی مطمئن نہ ہوں۔ اسی خیال سے ہم نے اس موضوع پر کہ تحقیقات کے لیے موضوعات کیسے ہونے چاہئیں، پچھلے شمارے میں ایک قلمی مذاکرے کی دعوت دی تھی اور چاہتے تھے کہ اس مذاکرے کے ذیل میں موصول ہونے والی تحریروں اور آرا کو اس دوسرے شمارے میں شائع کیا جائے تا کہ تحقیق و مطالعے کا ذوق و شوق رکھنے والوں کے لیے رہنمائی میسر آئے اور معیار کی بہتری کے لیے اس مذاکرے میں پیش کردہ خیالات مؤثر ثابت ہوں۔ لیکن افسوس کہ قارئین میں سے کسی نے اس موضوع پر اظہار خیال کی ضرورت محسوس نہ کی اور اس قلمی مذاکرے میں شرکت نہ فرمائی۔ مناسب موضوعات کے

تعین کے ضمن میں یہ ایک مایوس کن صورت حال ہے، لیکن ہم مایوس نہیں اور منتظر ہیں کہ باذوق قارئین اس جانب توجہ فرمائیں اور اگلے شمارے میں مذکورہ قلمی مذاکرے میں ذاتی شرکت کا اہتمام فرمائیں۔

چوں کہ مطالعات اور تحقیقات کے لیے، ہم سمجھتے ہیں کہ موضوع کو سب سے زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے اور اس صورتِ حال میں کہ جہاں آج کل مطالعات کا عمل ہماری جامعات اور علمی و تحقیقی اداروں میں زیادہ نمایاں ہے، لیکن ان ہی ذمے دار اداروں میں موضوعاتِ مطالعہ ہر ایک کے لیے اہم نظر نہیں آتے۔ چناں چہ بالعموم صورتِ حال یہ ہے کہ شاذ ہی کوئی موضوع، معاشرتی علوم وفنون کے کلیات اور شعبوں میں، یکسر اچھوتا، فکر انگیز اور حوصلہ افزا ہوتا ہے۔ یقیناً اس کا انحصار بڑی حد تک موضوع کا انتخاب کرنے والوں اور ان کے سرپرست افراد اور اداروں پر ہے کہ وہ کس موضوع کو قابلِ مطالعہ سمجھتے ہیں یا نہیں سمجھتے۔ یہاں اہلیت اور خاص علمی و مطالعاتی ذوق وشوق ضرور اہمیت رکھتا ہے۔ گھسے پٹے اور سرسری و سطحی موضوعات اور سوانحی مطالعات کی ہر طرف بھرمار نظر آتی ہے اور جن میں ''جائزہ'' لینے کا رویہ نمایاں ہوتا ہے اور ''مطالعہ'' کا عمل کم نظر آتا ہے۔ ایسا صاف لگتا ہے کہ جامعاتی محققین اور ان کے نگران ''جائزہ'' اور ''مطالعہ'' کا فرق نہیں سمجھتے اس لیے ہر موضوع کے ذیل میں بالعموم لفظ ''جائزہ'' عنوانات کی زینت بنتا ہے، جب کہ ''جائزہ'' ''مطالعہ'' نہیں ہوتا اور جو مطالعہ ''مطالعہ'' نہیں ''جائزہ'' ہوتا ہے وہ ''تحقیق'' بھی نہیں ہوتا۔ پھر معاصر شخصیات بھی تحقیق کا موضوع بالعموم بن رہی ہیں جب کہ ابھی ان شخصیات کو شاید مزید کچھ خدمات اپنے اپنے شعبوں میں انجام دینی ہیں۔ ادارے کے علم میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ معاصر و زندہ شخصیات پر پی ایچ ڈی کی سطح کے بھی مقالات لکھے گئے اور ان پر اسناد بھی دی گئیں لیکن وہ شخصیات ان مطالعات کے مکمل ہونے کے بعد بفضل تعالیٰ برسوں زندہ رہیں اور تخلیق وتصنیف میں مصروف بھی رہیں، تو اس اعتبار سے ان پر کیے جانے والے کام تو نامکمل اور ادھورے ہی سمجھے جائیں گے۔ یہ رجحان پہلے بھارت میں عام ہوا تھا لیکن اب پاکستان میں بھی دیکھنے میں آرہا ہے۔

ایک ثقہ رائے کے مطابق کسی شخصیت پر کام اس کی حیات میں نہیں اس کی رحلت کے چند دہائیوں کے بعد ہونا چاہیے تاکہ اس شخص کے بارے میں اخلاق ومروت، مرعوبیت اور جانب داری جیسے احساسات دب جائیں اور اس کی ساری مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریریں اور اس کا ذاتی مواد، دستاویزات اور خطوط سب سامنے آجائیں۔ یوں اس کی شخصیت غیر جانبدارانہ مطالعے میں آئے گی۔ اس کے برعکس اگر معاصر اور زندہ شخصیات آج موضوع بنتی ہیں تو ان کے مستقبل میں ہونے والے کام آج کے مطالعے میں شامل نہیں ہوسکتے، اس لیے ایسے سارے 'مطالعات' نامکمل اور ناقص وتشنہ ہی سمجھے جانے چاہئیں اور ان پر کیے جانے والے کاموں پر ''تحقیق'' کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے۔

یہی صورت حالیہ مسائل و موضوعات کے لیے بھی لاگو ہوتی ہے کہ تاریخی تناظر میں حالیہ موضوعات پر ہونے والی تحقیقات نتیجہ خیز اور حتمی نہیں کہی جاسکتیں، تو ایسے کام کیوں کیے جائیں اور ان کے لیے توانائی اور وقت کیوں ضائع کیا جائے! چناں چہ تحقیق کے میدان میں داخل ہونے والوں اور ان کی سرپرستی ونگرانی کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ کیسے موضوعات کا انتخاب کیا جائے کہ موضوع اپنے مطالعے کے نتائج کے لحاظ سے آیا کوئی حتمی نتیجہ سامنے لاسکتا ہے یا اپنے میں موجود کسی خلا کو پُر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں؟ کیا وہ مطالعہ یا اس کے نتائج مستقبل میں بھی بطور حوالہ استعمال ہوسکتے ہیں؟ کہیں وہ عصری اور سرسری و سطحی تو نہیں کہ اپنے نتائج کے اعتبار سے بے سود و لاحاصل سمجھے جائیں اور مستقبل تو درکنار حال میں بھی وہ کسی کے لیے مزید مطالعات کا محرک نہ بنیں۔

ایک اور قبیح صورت ان موضوعات میں یہ بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ ایسے موضوعات دوبارہ بھی اختیار کرلیے جاتے ہیں جو ماضی میں موضوع بن چکے ہوتے ہیں۔ بڑی حد تک یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انتخاب کنندہ اس موضوع پر ماضی میں ہونے والے کام سے واقف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے نگران یا سرپرست کو واقفیت ہوتی ہے۔ ان پہلوؤں سے قطع نظر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ سہل پسند افراد محنت وجستجو سے بچنے اور جلد

سے جلد نتائج و مفادات حاصل کرنے کے لالچ میں ایسا ارادۃً بھی کرتے ہیں اور ذمے دار افراد یا اداروں کو تاریکی میں رکھ کر منظوری حاصل کر لیتے ہیں اور ان کے سرپرست یا نگران بھی خود اپنی جانب سے کوئی جستجو اور معلومات حاصل نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ قبیح عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک واضح نقصان کی صورت ہے۔ اس لیے ایک بڑی ذمے داری نگران تحقیق اور متعلقہ ادارے کی یہ بھی ہے کہ وہ متعلقہ شعبوں میں دنیا بھر میں ہونے والے کاموں کی فہرست ضرور اپنے پاس حاضر رکھیں، جو آج برقی وسائل سے آسانی سے میسر آ جاتی ہے تاکہ ماضی میں ہونے والے کام مزید نہ ہو سکیں۔

بعض صورتوں میں محققین اور ان کے نگران یہ سمجھتے ہیں کہ سابقہ ہونے والے مطالعات و تحقیقات میں اضافوں اور کمی بیشی کی ضرورت رہتی ہے اس لیے وہ اس خیال کے تحت ایسے موضوعات پر مزید کام کی اجازت دے دیتے ہیں، جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ بہت کم ہی اس بات کا امکان رہتا ہے کہ سابق میں ہونے والے کام میں کوئی بہت بڑا اضافہ یا اس کی تصحیح ہو سکے۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن محض اضافے یا تصحیح کے لیے ایک شخص کی پوری توانائیاں اور اس کا وقت صرف نہیں ہونا چاہیے، ایسے کام جزوی طور پر بصورت مقالات کیے جا سکتے ہیں اور مذکورہ کاموں کی تصحیحات یا ان کے استدراکات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے ایسے موضوعات پر دوبارہ کام کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے بل کہ صرف نئے موضوع پر کام کی تاکید اور حوصلہ افزائی ضروری ہے۔

آخر میں ہماری یہی تجویز ہوگی کہ تحقیقات اور مطالعات کے لیے موضوعات اور عنوانات یکسر اچھوتے، فکر انگیز اور نتیجہ خیز ہونے چاہئیں جن سے علم و علوم ہی نہیں تاریخ کا صحیح تناظر بھی سامنے آ سکے اور عصری و مستقبل کے معاشرے اور نسل انسانی کو بھی فائدہ پہنچے اور ساتھ ہی متعلقہ زمرۂ علم میں نئے نکات اور نئی معلومات ان کے ذریعے داخل یا اخذ ہو سکیں۔